عصری و دینی نظام تعلیم ایک سرسری جائزہ

محترم احمد دین حداد

نظام تعلیم کسی بھی ملک و قوم کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتا ہے۔ وطن عزیز پاکستان نے گزشتہ نصف صدی میں پایا کم اور کھویا زیادہ ہے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ ہمارا ناقص نظام تعلیم ہے۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت کے طور پر معرض وجود میں آیا تھا تاکہ یہاں پر اسلام کے عادلانہ و ہمہ گیر نظام کو نافذ کر کے انگریز سامراج اور ہندو بنیا کے ظلم و ستم کی تلافی اور ازالے کا سامان کیا جاسکے۔

لیکن صد افسوس کہ جغرافیائی آزادی کے باوجود ہم آج بھی دوسروں کے دست نگر اور غلام ہیں۔ مزید بر آں اصل المیہ تو یہ ہے کہ روز افزوں تنزل کے باوجود ہم اس گھمبیر صورتحال پر غور تک کرنے کے لیے تیار نہیں۔

البتہ ہم اُسی غلامانہ روش پر گامزن رہ کر اپنی آئندہ نسلوں کو بھی تہذیبی و ثقافتی اور سیاسی و اقتصادی غلامی کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ جس مغرب نے ہمیں یہ دن دکھائے آج بھی ہم اُسی مغرب کی مادی ترقی سے مرعوب ہو کر اس کی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں:

بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

البتہ اگر ہم خُذ مَاصَفَا وَدَعْ مَاکَدَرْ۔ پر عمل کر کے مغرب کی خوبیوں کو واقعتاً اپناتے اور خرابیوں کو رد کرتے بلکہ ان خرابیوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھا لیتے تو شاید آج بھی ہم اپنے منصب امامت پر فائز ہوتے۔ ہم نے مادی لحاظ سے ترقی یافتہ قوموں کی سائنس و ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے کے بجائے ان کی مادر پدر آزاد اور الحادی تہذیب کو دل و جان سے اپنا لیا۔

نتیجتاً ہم آفاقی و فطری تعلیمات کے حامل کامل دین اسلام سے دور ہوتے گئے کہ جو تا قیامت سب کے لیے رہنما دین اور دنیوی و اُخروی فلاح کا ضامن ہے۔ لہٰذا جتنا جلدی ممکن ہو ہمیں دوسروں کی اندھی تقلید سے اپنا دامن چھڑانا ہوگا۔ بحیثیت مسلمان ہمارا منصبی فرض ہے کہ دین اسلام کی روشنی میں دوسروں کی اچھائیوں کو اپنا کر خرابیوں کی اصلاح کی جائے۔

اگر آج ہم اس معتدل روش کو اپنا لیں تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں کہ ہم سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی خود کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ لینے کے بجائے دینے والے بن جائیں۔

آج کل وطن عزیز میں دینی مدارس کا نظام تعلیم موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ حکومت اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس نظام تعلیم کو ناقص قرار دے کر اس میں تبدیلیوں کا خواہاں ہے۔ جبکہ دوسری طرف سرکاری نظام تعلیم اور اداروں کے نقائص سے بھرپور اور اصلاح طلب ہونے کے باوجود اُن سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے۔ ہمارے یہاں ایک ملک کے اندر مختلف نظام تعلیم کام کر رہے ہیں۔ بالخصوص مختلف پرائیوٹ ادارے، مختلف النوع درآمد شدہ نصاب پڑھا رہے ہیں جہاں سے فارغ التحصیل طلباء مغرب کی مادی ترقی سے تقابل اور مسابقت کا ذہن لینے

کے بجائے مغرب کی بظاہر پر کشش مگر تاریک تر اندرون والی تہذیب سے مرعوب ہو کر اُن کی اندھی تقلید کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پرائیوٹ تعلیمی اداروں کے نصاب میں نظریۂ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے حامل ضروری مواد کی کمی کے باعث نئی نسل سیکولرازم کی اسیر ہو رہی ہے۔ موجودہ جدید تعلیمی اداروں کے باصلاحیت تعلیم یافتہ افراد مادّیت پرستی کی لہر میں بہہ کر کسی اعلیٰ نصب العین کی خاطر جینے اور ملک و قوم کی خدمت کی بجائے بھاری تنخواہوں اور مراعات کے عوض بیرونی ملک بھاگ جاتے ہیں۔ جبکہ چند فیصدی کے سوا ان اداروں سے نکلنے والے طلباء کی اکثریت انگریزی زبان کے چند فقرے بولنے کے علاوہ کوئی علمی و تخلیقی کام کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔

ہم آئے روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ سرکاری اداروں کی کارکردگی اور رزلٹ (Result) مشکل سے چالیس پچاس فی صدی تک پہنچ پاتا ہے اور ملک کے اکثر تعلیمی اداروں میں طلباء و اساتذہ کے لیے بنیادی ضروریات تک موجود نہیں ہیں۔ نصاب تعلیم اتنا ناقص اور فرسودہ ہے کہ کسی شعبہ یا فن میں ماہرین (Experts) پیدا کرنے سے قاصر ہے اور اگر معدودے چند ماہرین نکل بھی آئیں وہ تو عالمی سطح پر کوئی نمایاں یا منفرد کردار ادا کرنے کے اہل نہیں ہوتے۔

تمام ملک کے اندر سکولوں، کالجوں اور جامعات کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اور اگر خوش قسمتی سے کہیں عمارت کھڑی بھی ہے تو پڑھانے کے لیے سٹاف ندارد۔ ہماری برائے نام عصری درس گاہوں کا نظام امتحان بھی قطعاً عصری معیار پر پورا نہیں اُترتا۔ مروجہ امتحانی نظام طلباء کی صلاحیت و قابلیت کو فنی بنیادوں پر پرکھنے کی بجائے یکسانیت اور جمود کا شکار ہے۔

ناقص امتحانی نظام کے طفیل اساتذہ و طلباء تعلیم برائے ارتقاء و ترقی یا علم برائے عمل کے نظریہ سے عاری صرف (33%) تینتیس فی صد کے چکر میں رہتے ہیں۔ تعلیم جیسے مقدس ترین اور پیغمبرانہ شعبے کے اندر بھی رشوت، سفارش اور کرپشن کے رجحان نے ہمیں عالمی سطح پر شرمندہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جو نوجوان عصری اداروں سے گریجویشن، ماسٹرز، ایڈوانس کورسز اور ڈپلومہ کر لیتے ہیں۔ ان کو مختلف شعبوں میں کھپانے اور ان کی صلاحیتوں کو کام میں لانے کے لیے گورنمنٹ سیکٹر میں گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ نتیجتاً بے روزگاری کا درخت پھلتا پھولتا اور دہشت گردی، معاشرتی انتشار، لوٹ مار، قتل و غارت اور فسادات کے برگ و بار لاتا ہے۔

ہمارا نظام تعلیم روحانی و نظریاتی بنیادوں سے محروم غیروں کی اندھی تقلید میں خالصتاً مادی و الحادی اساس پر اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں خالص مادی و الحادی نظریہ و فکر پر استوار نظام تعلیم کے ثمرات ایک معاشرتی و اخلاقی بحران کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اخلاقی و مذہبی اقدار کے بغیر صرف قانون و سزا کی عمل داری سے معاشرتی استحکام کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا سامراجی ممالک اور ادارے دنیا کو عالمی گاؤں (Global Village) بنانے اور اس پر اپنی چوہدراہٹ قائم رکھنے کے لیے ہمارے نظریاتی تشخص اور حیثیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ تعلیمی نظام کی "سیکولرائزیشن" اس پالیسی کی اہم ترین کڑی ہے۔ جہاں تک دینی مدارس کے نظام و نصاب تعلیم کا تعلق ہے تو یہ ایک مکمل، بھرپور اور ثمر بار نظام تعلیم یعنی (Perfect and Fruitful system of higher Islamic education) ہے۔ جس کا مقصد سائنس دان، ڈاکٹر، وکلاء، انجنیئر اور کمپیوٹر آپریٹر پیدا کرنا نہیں بلکہ ایک اسلامی معاشرے کے تحفظ و بقا اور ارتقاء کے لیے حفاظ و قراء، علماء و خطباء اور دینی و مذہبی رہنما فراہم کرنا ہے۔

اس لیے معاشرے میں بسنے والے مسلمان افراد کی روزمرہ کے انفرادی و اجتماعی معاملات میں رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے بندوبست کے لیے مساجد و مدارس کے موجودہ آزادانہ و عوامی کردار کو برقرار رکھنا ازبس ضروری ہے۔ فی الوقت تقریباً بارہ لاکھ نفوس مدارس کے نظام درس و تدریس میں مشغول ہیں جن کی ذاتی و خاندانی کفالت مدارس کے ذمہ ہے۔ بقول صدر مملکت "مدارس ایک بے مثال

این جی۔اوز ہیں جو اپنی مدد آپ کے تحت (سرکاری امداد کے بغیر) شرح خواندگی میں گراں قدر اضافے اور لاکھوں افراد کے روزگار کا ذریعہ ہیں۔

درس نظامی پہلے سولہ برس پر محیط تھا اور اب سکڑ کر صرف آٹھ سال کا رہ چکا ہے جس میں وقتاً فوقتاً عصری تقاضوں کے مطابق رد و بدل اور ترمیم و اضافہ بھی ہوتا رہا ہے تاکہ اصولیات و مبادیات کو بھی نقصان نہ پہنچے اور زمانے کی صاف ہوا کے لیے کھڑکی بھی بند نہ ہو۔

آج اکثر مدارس میں صرف مڈل پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر سائنس، معاشرتی علوم، اردو، انگلش اور ریاضی پر مشتمل تین سالہ کورس مدرسہ کی چار دیواری کے اندر پڑھایا جاتا ہے جس کا فائنل امتحان باضابطہ طور پر وفاق المدارس کے تحت لیا جاتا ہے۔ دینی مدارس کا امتحانی نظام اتنا صاف، مکمل اور بہترین ہے کہ وفاق المدارس کے تحت نچلے و ابتدائی درجات سے لے کر اعلیٰ درجات تک تمام امتحانات ہر سال مقررہ وقت پر ایک ہی معینہ تاریخ سے شروع ہو کر ایک ہی تاریخ پر ختم ہو جاتے ہیں۔

تمام ملک کے مدارس کے پرچوں کی جانچ پڑتال وفاق کے صدر اور ناظم کی زیر نگرانی ایک ہی جگہ پر ہوتی ہے۔ نئے سال کے آغاز سے قبل ہی بروقت (In Time) نتائج مدارس کو بھجوا دیئے جاتے ہیں تاکہ اساتذہ و طلباء یکسوئی کے ساتھ نئے سال کا آغاز کر سکیں۔ جب کہ پاس نمبر (33%) تینتیس کے بجائے چالیس فی صد ہیں اور تعلیم کے ساتھ اخلاق و کردار کو بھی امتحانی نظام میں ایک مسلمہ مقام حاصل ہے تاکہ فضلاء صرف کتاب خواں نہیں بلکہ صاحب کتاب بن کر ملک و قوم کی خدمت کر سکیں۔ دینی مدارس کی تعلیم میں لوگوں کے عقائد و نظریات کی تبدیلی و اصلاح کے لیے دعوت و ترغیب کو ذریعہ بنانے اور حکمت و دانش کے ساتھ دلیل و برہان کی بنیاد پر قرآن و سنت کے پیغام کو عام کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تشدد پسندی اور فرقہ پرستی کا دینی مدارس کے مزاج و نظام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ البتہ ظلم کو ظلم کہنے، ظالم کو ظلم سے باز رہنے اور مظلوم کی مدد کرنے کی تعلیم انسانیت کے معلّم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ تعلیم و تربیت کا نمایاں ترین وصف ہے۔

لہٰذا دینی مدارس علیٰ منہاج النبوّت اور دلائل کی بنیاد پر، احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور بلا کسی تفریق کے مظلوم انسانیت کو ظلم سے بچانے کی تعلیم دینا اور تدابیر اختیار کرنا باعث صد افتخار سمجھتے ہیں۔ بے بنیاد اور منفی پروپیگنڈے پر وسائل بہانے کو چھوڑ کر ارباب حکومت خلوص نیت اور تعمیری سوچ کے ساتھ دینی مدارس کے ارباب اختیار کو اعتماد میں لیتے ہوئے بہتری کی طرف قدم اُٹھائیں تو یہ ملک و ملت کے لیے ایک نیک فال ہو گی۔ اسی طرح پورے ملک میں میٹرک لیول تک یکساں، معیاری اور مکمل نصاب تعلیم عصر حاضر کی ضرورت ہے تاکہ میٹرک پاس کرنے کے بعد طالب علم اعلیٰ تعلیم کے لیے میڈیکل، انجنیئرنگ، کمپیوٹر سائنسز اور علوم اسلامیہ وغیرہ جیسے جس شعبے میں بھی چاہے وہ اپنے سامنے راہیں کشادہ پائے۔ میٹرک تک کے نصاب میں دوسرے علوم و فنون کے ساتھ عربی و اسلامیات کو بھی یکساں اہمیت ا مقام دیا جائے۔

اساتذہ کا کردار بھی قرآن و سنت کے مطابق اور حب الوطنی کے جذبات کا آئینہ دار ہو تاکہ وہ طلباء کے لیے نمونہ بن سکیں۔ دینی مدارس کے نظام میں اہل مدارس کے مشورے و رہنمائی کے ساتھ جزوی و مختصر ترین اصلاح و ترمیم اور سرکاری نظام تعلیم میں انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے ہی ایک مستحکم، فلاحی اور اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ وگرنہ پہلے سے بدرجہا بہتر صورت میں قائم دینی مدارس کے نظام کو اُلٹ پلٹ کرنے سے سوائے حسرت و یاس کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

☆☆☆